نمازوں کی حفاظت اور اس سے لذت حاصل کرنا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ نومبر ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ﴿۹﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۲﴾ (المومنون: ۹-۱۲)

اور پھر فرمایا:

سورۃ مومنون سے ۹، ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ نمبر آیات کی میں نے تلاوت کی ہے اس سورۃ یعنی المومنون میں مومنوں کی بعض علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں جن میں سے کچھ کا تعلق نماز سے ہے۔ اور نماز سے جن آیات کا تعلق ہے ان آیات میں وہ امور بھی بیان فرمائے ہیں جو نماز سے متعلق ہیں اور براہ راست نمازیں ان امور سے پہچانی جاتی ہیں۔ فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ یہ مومن وہ لوگ ہیں جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں پر نگران رہتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ وہی لوگ ہیں جو وارث ٹھہریں گے یا وراث ہیں۔ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ جو فردوس کو ورثے میں پائیں گے۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور ہمیشہ وہ ان میں رہیں گے۔

نماز کی علامتیں جو یہاں بیان فرمائی گئی ہیں جیسا کہ میں نے پہلے خطبہ میں بھی ذکر کیا تھا

کچھ علامتیں نماز کی باہر سے تعلق رکھتی ہیں یعنی معاشرہ سے اور کچھ علامتیں انسان کے اندر اپنی ذات کے اندر ڈوب کر معلوم کی جاتی ہیں۔گزشتہ خطبہ میں میں نے بعض ایسی علامات کا ذکر کیا تھا جو معاشرہ کے آئینہ میں دیکھی جاسکتی ہیں اور پہلی آیت میں انہیں کا ذکر فرمایا گیا ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔ کچھ دوسری علامتیں ہیں جن کا انسان کے نفس سے، اس کے قلب سے اس کے اندر پیدا ہونے والے باریک در باریک روحانی تغیرات سے ہے اوران کا ذکر فرماتے ہوئے عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ فرمایا گیا۔

دیکھنا یہ ہے کہ یہاں حفاظت کا کیا مضمون ہے؟ بعض اوقات تو حفاظت صرف فرض کے طور پر کی جاتی ہے جیسے چوکیدار کسی گھر کی یا بنک کی حفاظت کرتا ہے اور بعض اوقات حفاظت محبت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔یعنی محبت حفاظت کا خیال پیدا کرتی ہے اور وہ حفاظت اس فریضۂ حفاظت سے مختلف نوعیت کی حفاظت ہوتی ہے۔انسان جب کسی سے محبت کرتا ہے تو جتنی اس کی محبت بڑھتی چلی جائے اتنا ہی حفاظت کا معیار بلند تر ہوتا چلا جاتا ہے لیکن یہ خاصہ صرف انسان کے ساتھ ہی نہیں جانوروں میں بھی یہ جذبہ بڑی شدت کے ساتھ نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ایک مرغی جو اپنے چھوٹے چھوٹے چوزوں سے پیار کرتی ہے۔ بظاہر اس مرغی میں حفاظت کرنے کی اہلیت نہیں ہوتی، چھوٹے چھوٹے جانوروں سے بھی وہ ڈرتی ہے بلی یا کتے یا چیل کے ساتھ مقابلہ کا تو کوئی سوال ہی نہیں، کوئی جوڑ ہی نہیں لیکن جب محبت کے نتیجہ میں حفاظت کا خیال پید ہوتا ہے، جب اپنے چوزوں سے پیار کے نتیجہ میں وہ حفاظت کرنا چاہتی ہے تو ایسا بپھر جاتی ہے، ایسا اس میں حوصلہ پیدا ہوتا ہے، ایسا عزم اس میں پیدا ہوجاتا ہے ایسی غیر معمولی قوت آجاتی ہے کہ وہ پھر بلی یا کتے سے نہیں ڈرتی بلکہ ایسی مرغی سے بعض دفعہ دوسرے جانور دامن بچا کر گزرتے ہیں اور اگر وہ حفاظت نہ بھی کرسکے تو حفاظت کے دوران جان دے دیتی ہے۔ایسا شدت کے ساتھ جھپٹتی ہے کہ وہ نظارہ دیکھنے سے انسان پر خوف طاری ہوجاتا ہے۔یہ حفاظت جو ہے اس کا مقام ہی بالکل اور ہے۔دیکھنا یہ ہے کہ یہاں نماز کے ساتھ جس حفاظت کا ذکر فرمایا گیا وہ کیا حفاظت ہے اور اندرونی تغیرات کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے؟ جب میں نے کہا کہ اس حفاظت کا اندرونی تغیرات سے تعلق ہے اور باطن میں پیدا ہونے والی علامتیں بتائی گئیں ہیں تو یہ مضمون کس طرح اس سے جوڑ کھاتا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ایک حدیث آپ کو سناتا ہوں۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا **ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الا ادلکم علی ما یمحو اللّٰہ بہ الخطایا ویر فع بہ الدرجات قالوا بلی یا رسول اللّٰہ قال اسباغ الوضوء علی المکارہ و کثرۃ الخطا الی المساجد و انتظار الصلوۃ بعد الصلوۃ فذالکم الرباط فذالکم الرباط** (مسلم کتاب الطہارۃ باب فضل اسباغ الوضوء حدیث ۳۶۹) یعنی حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور یہ ایک سوال کے رنگ میں فرمایا **الا ادلکم علی ما یمحو اللہ بہ الخطایا** کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ خطاؤں کو دھو دیتا ہے اور دور فرما دیتا ہے اور درجات کو بلند کرتا ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہؐ! فرمایا **اسباغ الوضوء علی المکارہ** کہ مکارہ کے باوجود وضو کو اختیار کرنا اور وضو کے ذریعہ اپنے جسم کو نماز کے لئے پاک کرنا۔یعنی عام حالت میں نماز کے لئے وضو کیا ہی جاتا ہے لیکن یہ کہ نماز کے لئے وضو کی تیاری ہو اور وضو کے رستے میں روکیں ہوں۔

سخت سردی کا موسم ہے اور انسان ویسے ہی ٹھنڈے پانی سے ڈرتا ہے مگر یہاں تو خیر سہولتیں ہیں ایسی جگہوں پر جہاں موسم زیادہ سرد ہو اور پانی گرم کرنے کی سہولت کوئی نہ ہو وہاں بعض اوقات سخت سردی میں وضو سے سخت کراہت آتی ہے اور اسی طرح وہ عورتیں جو سنگھار بناؤ کی عادی ہوتی ہیں ان کے لئے وضو کرنا ایک بڑی مصیبت ہوتی ہے۔تیار ہو کر پارٹی پر جا رہی ہیں اور نماز کا وقت آجاتا ہے یا پارٹی میں جا کر نماز کا وقت آجاتا ہے۔کتنی دفعہ وہ منہ دھوئیں اور پھر دوبارہ سنگھار کریں۔تو کئی قسم کے عوارض بھی ایسے ہوتے ہیں جن سے وضو میں تکلیف محسوس ہوتی ہے۔تو فرمایا **اسباغ الوضوء** ۔اسباغ کہتے ہیں بہت اچھی طرح وضو کا کرنا صرف یہی نہیں کہ وضو کرنا بلکہ خوب پیار اور محبت سے وضو کرنا۔باوجود اس کے کہ کثرت کے ساتھ طبعی روکیں موجود ہیں۔اس کا نام ہے سچا اور حقیقی وضو اور اس کے نتیجہ میں گناہ دھلتے ہیں اور دور ہوتے ہیں۔

اور پھر فرمایا مسجد میں کثرت سے آنا جانا **کثرۃ الخطا الی المساجد** ۔یہ عجیب بات ہے کہ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اس کے بعد نماز پڑھنا بلکہ مضمون اور بیان ہو رہا ہے بالکل۔یہاں محبت اور تعلق کا مضمون بیان ہو رہا ہے اس لئے نماز کا ذکر نہیں بلکہ ایسے لوگوں کو نماز کے ساتھ کیسے تعلق ہو وہ

بیان فرمایا جارہا ہے۔فرمایا **کثرة الخطا الی المساجد** کہ قدم کے کثرت سے نشان ملیں۔کوئی نمازی ایسا پیار کرتا ہو نماز سے اور باجماعت نماز سے کہ اس کا دن آنے جانے میں گویا صرف ہو رہا ہے۔بعض لوگوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے ''دور سے مسجد آنا'' کیونکہ اس سے قدم زیادہ بڑھ جاتے ہیں حالانکہ وہ اس مضمون کو نہیں سمجھ سکے۔دور سے مسجد آنے کا تو مطلب یہ ہے کہ صرف ان لوگوں کا ذکر کیا جارہا ہے جن کے گھر مساجد سے بہت دور ہیں اور یہ ایک حادثاتی اتفاقی بات ہے اس میں ہر نمازی کیسے شامل ہوسکتا ہے۔**كَثْرَةُ الْخُطَا** کا مطلب ہے کہ اس کثرت سے آنا جانا ہو کہ گویا قدموں کے نشان پڑ گئے ہوں مسجد اور اس کے گھر کے درمیان۔گھر نزدیک ہو یا دور گھر ہو۔آنے جانے کی کثرت کا اظہار ہے اس سے زیادہ اس میں اور کوئی معنی نہیں۔

پھر فرمایا **و انتظار الصلوة بعد الصلوة** اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار شروع ہو جائے یعنی اس کثرت سے آنا جانا بھی ہو لیکن اکتانے والا نہ ہو بلکہ محبت کے نتیجہ میں ہو۔فرض کے نتیجہ میں نہ ہو،عشق کے نتیجہ میں ہو۔کیونکہ اگر فرض کے نتیجہ میں یہ آنا جانا کثرت سے ہو تو جتنا زیادہ آنا جانا ہوگا اتنا ہی طبیعت اکتاتی چلی جائے گی اتنا ہی بوجھ محسوس کرے گی۔اگر عشق کے نتیجہ میں آنا جانا ہو تو پھر جتنا آنا جانا ہوا تنا ہی پیار بڑھتا چلا جاتا ہے،اتنا ہی شوق بڑھتا چلا جاتا ہے۔فرمایا **و انتظار الصلوة بعد الصلوة** ایک نماز کے بعد پھر دوسری نماز کا انتظار **ذالکم الرباط فذالکم الرباط** فرمایا اس کو کہتے ہیں رباط۔ہاں اسی کو رباط کہتے ہیں۔

اب رباط کیا چیز ہے؟ قرآن کریم میں اس کا ذکر ملتا ہے۔فرمایا يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا (آل عمران :۲۰۱) اور اس کا ترجمہ جہاں جہاں بھی آپ قرآن کریم کا ترجمہ پائیں گے یہی ملے گا۔سرحدوں پر گھوڑے باندھنا اور سرحدوں کی حفاظت کرنا اور عموماً معنی یہی لئے جاتے ہیں۔

رباط ، **ربط** سے نکلا ہے اور ربط کے معنی ہیں تعلق بلکہ مضبوط تعلق کا باندھنا اور عربی محاورہ میں قرآن کریم نے بھی اس کو استعمال فرمایا ہے دوسری جگہ خوب کھول کر۔رباط کے معنی سرحدوں سے ایسا رابطہ کہ گویا ہر وقت انسان حفاظت کے لئے سرحد پر بیٹھا رہے۔تو ایسی چوکیاں جو سرحد پر قائم کی جاتی ہیں اور وہ نظام جو سرحد کی حفاظت کے لئے مقرر کیا جاتا ہے اسے رباط کہتے ہیں لیکن اس کے

اندر مرکزی مفہوم بنیادی معنی ربط یعنی تعلق کے ہیں۔

اب عام انسان وہم وگمان بھی نہیں کر سکتا کہ اس مضمون کا نماز سے کوئی تعلق ہے۔حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا عرفان ہے جو اس نقطہ کو پہنچ گیا ہے اور پھر اس کے بھی بڑے وسیع معانی آپؐ نے کھول دیئے ہیں ایک عظیم مضمون اس سے روشن کر دیا ہے۔فرمایا اصل رباط نماز کے ساتھ محبت ہے اور اس محبت کے نتیجہ میں نماز کی حفاظت ہے۔عشق کے نتیجہ میں یعنی ربط کے نتیجہ میں جو حفاظت ہوگی وہ حفاظت ہے جو حقیقی حفاظت ہے اور دوسری آیت جو میں نے پڑھ کر سنائی تھی حَافِظُوا یا یُحَافِظُونَ دونوں محاورے قرآن کریم میں ملتے ہیں ایک جگہ حکم ہے حٰفِظُوْا (البقرہ:۲۳۹) نماز کی حفاظت کرو۔دوسری جگہ فرمایا مومن بندے عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (المؤمنون:۱۰) نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔تو وہاں جو حفاظت کا مضمون ہے اس کو بھی آنحضرت ﷺ نے کھول دیا کہ وہ حفاظت ایسی نہیں جیسے چوکیدار کسی مکان کی حفاظت کرتا ہے۔بلکہ وہ حفاظت ہے جو تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے اور اس حفاظت کا جو مضمون بتایا ہے وہ سارا محبت اور پیار کا مضمون ہے۔وضو کرنا جبکہ تکلیف ہو۔وضو ایسی حالت میں کرنا جبکہ ابتلاء آ جائے وضو کرنے سے۔کئی قسم کی مشکلات ہوں پھر اس وقت بھی سنوار کر وضو کرنا، خوب اچھی طرح سجا بنا کے وضو کرنا۔پھر آنا جانا اس کثرت سے کہ قدموں کے نشان پڑ جائیں مسجدوں اور گھروں کے درمیان اور اس کے باوجود پھر اگلی نماز کے انتظار میں بیٹھے رہنا کہ کب پھر خدا کی طرف سے آواز بلند ہو اور پھر میں مسجد چلا جاؤں۔یہ تو عاشقی کا مضمون ہے، محبت کا بھی جو اعلیٰ مقام ہوتا ہے جسے عشق میں دیوانگی کہا جاتا ہے یہ تو وہ مضمون بیان ہو رہا ہے اور آخر پر فرمایا رباط یہی ہے رباط یہی ہے۔اے سمجھنے والو سمجھو کہ اصل حفاظت جس کی طرف قرآن کریم تمہیں بلا رہا ہے اپنی اقدار کی حفاظت ہے اور سب سے اعلیٰ قدر جو تمہیں عطا ہوئی ہے وہ نماز ہے۔اس کی حفاظت کرو لیکن عشق کے جذبے سے حفاظت کرو۔فرض سمجھتے ہوئے اس کی حفاظت نہ کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون میں فرماتے ہیں۔

”وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ یعنی چھٹے درجہ کے مومن جو پانچویں درجہ سے بڑھ گئے ہیں وہ ہیں جو اپنی نمازوں پر آپ محافظ اور

نگہبان ہیں یعنی وہ کسی دوسرے کی تذکیر اور یاد دہانی کے محتاج نہیں رہے بلکہ کچھ ایسا تعلق ان کو خدا سے پیدا ہو گیا ہے اور خدا کی یاد کچھ اس قسم کی محبوب طبع اور مدار آرام اور مدار زندگی ان کے لئے ہوگئی ہے کہ وہ ہر وقت اس کی نگہبانی میں لگے رہتے ہیں اور ہر دم ان کا یادالٰہی میں گزرتا ہے اور نہیں چاہتے کہ ایک دم بھی خدا کے ذکر سے الگ ہوں‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد نمبر ۳ سورۃ نحل تا یٰس صفحہ ۳۷۰)

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد حفاظت کا یہ مضمون حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے۔ درمیان کی صدیوں پر نظر ڈال کر دیکھ لیں آپ کو یُحَافِظُوْنَ کی تفسیر میں عشق کا مضمون کہیں نظر نہیں آئے گا۔ یا آقا کو اس بات کی سمجھ آئی یا اس غلام کو جو غلام کامل تھا اور جس کو خود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ایک ہمیشہ کا ربط تھا۔

ے ربط ہے جان محمدؐ سے میری جاں کو مدام

(درثمین صفحہ:۱۶)

یہ اسی ربط کا تعلق تھا جس نے پہلے آقا کو خدا کے ساتھ ربط کے نتیجہ میں رباط کا مضمون سمجھایا اور یا پھر اس کامل غلام کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ربط کے نتیجہ میں رابطے اور حفاظت کا مضمون سکھایا جو اور کسی عالم کسی بڑے سے بڑے بزرگ اور متقی کو اس کے سوا سمجھ نہیں آسکا تھا۔ یہ وہ خزانے ہیں جن کو لٹانے کے لئے امام مہدیؑ اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ ان سے ہم اپنا تعلق کیسے توڑ دیں؟ جس طرح آپ کو دائم ایک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ربط ہے اسی طرح ہم غلاموں کو بھی آپ کے ساتھ ایک ربط ہے۔ جس تعلق کو کوئی دنیا کا انسان کاٹ نہیں سکتا کیونکہ اسی ربط کے نتیجہ میں ہم نے اللہ سے محبت اور پیار کے اعلیٰ مضامین سیکھے ہیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

’’غرض محبت سے بھری ہوئی یادالٰہی جس کا نام نماز ہے وہ درحقیقت ان کی غذا ہو جاتی ہے جس کے بغیر وہ جی ہی نہیں سکتے اور جس کی محافظت اور نگہبانی بعینہٖ اس مسافر کی طرح وہ کرتے رہتے ہیں جو ایک دشت بے آب ودانہ

میں اپنی چند روٹیوں کی محافظت کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں اور اپنے کسی قدر پانی کو جان کے ساتھ رکھتا ہے جو اس کی مشک میں ہے‘‘۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد ۳ صفحہ نمبر: ۳۷۱)

یہ جو نماز ہے یہ تو ایک بہت ہی اعلیٰ درجہ کا مقام ہے اور اس نماز کی راہ میں، اس نماز تک پہنچنے کے لئے بہت سی مشکلات ہیں، بہت سی روکیں ہیں اور ایک مبتدی کے لئے جگہ جگہ ٹھوکر کے سامان بھی ہیں۔ لیکن پہنچنا ہمیں اس نماز تک ہی ہے۔ ٹھوکریں ہوں تب بھی اس نماز تک ہمیں پہنچنا ہے کیونکہ یہی زندگی کا مقصود ہے اور اس کے بغیر ہم اپنے اعلیٰ مقصد زندگی کو پا نہیں سکتے۔

ایک دفعہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس ایک اندھا آیا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہؐ! مجھے نماز باجماعت ادا کرنے سے رخصت عطا فرمادیں کیونکہ رات کے وقت اور خصوصاً صبح کے وقت میرے لئے مشکل ہوتی ہے اور خاص طور پر اس لئے بھی کہ میں اندھا ہوں اور مدینہ کی وہ سڑک جو میرے گھر سے مسجد تک جاتی ہے۔ اس میں جگہ جگہ ٹھوکریں لگی ہوئی ہیں مجھے ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے اجازت دی اور جب وہ واپس مڑے تو پھر بلایا اور فرمایا نہیں مسجد میں جانے سے کوئی روک تمہاری راہ میں حائل نہیں ہونی چاہئے (مسلم کتاب المساجد و مواقع الصلوۃ حدیث نمبر ۱۰۴۴) مسجد تک پہنچنے کی راہ میں خواہ ظاہری کتنی بھی روکیں ہوں تمہیں میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ یعنی یہ فقرہ اس طرح تو نہیں فرمایا لیکن اس پس منظر میں فرمایا جو سوال اٹھایا گیا تھا کہ فرمایا نہیں تمہیں اجازت نہیں ہے۔ گویا یہ بیان کیا جارہا ہے کہ مسجد اور انسان کا تعلق ایسا ہے کہ راہ کی روکیں اس کی نمازوں کو اس سے الگ نہیں کرسکتیں اس کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتیں۔ تو یہ وہ نماز ہے جو اعلیٰ نماز ہے اس کی راہ میں اور اکثر مومنوں کی راہ میں بہت سی روکیں ہیں لیکن ان روکوں کے نتیجے میں بھی بہر حال آپ کو وہاں تک پہنچنا ہوگا کیونکہ یہ مقصد زندگی ہے۔

کیسے وہاں پہنچیں اور کس طرح اس حقیقت کو پہچانیں اور اس حقیقت سے پیار کریں اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جو حقیقتِ نماز ہے؟ یہ مسئلہ بھی ایک عارف باللہ ہی ہے جو ہمیں سمجھا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس مضمون پر بارہا قلم اٹھایا ہے اور ملفوظات میں بھی بکثرت نماز کی محبت پیدا کرنے، نماز سے پیار کرنے، نماز کے مقام اور مرتبہ کو بڑھانے اور

نماز کے ذریعہ اعلیٰ مدارج تک پہنچنے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے بکثرت ارشادات ملتے ہیں اور یہ مضمون بھی ایسا ہے جس میں آپ منفرد ہیں۔ تمام تیرہ صدیوں کے بزرگوں کے ارشادات کو آپ اکٹھا کرلیں جو نماز کے اعلیٰ مطالب اور لطائف پر مشتمل ہوں تو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشادات ان پر بھاری نظر آئیں گے۔ فرماتے ہیں:

"نماز کی ظاہر صورت پر اکتفا کرنا نادانی ہے۔ اکثر لوگ رسمی نماز ادا کرتے ہیں اور بہت جلدی کرتے ہیں جیسے ایک ناواجب ٹیکس لگا ہوا ہے جلدی گلے سے اتر جاوے۔ بعض لوگ نماز تو جلدی پڑھ لیتے ہیں لیکن اس کے بعد دعا اس قدر لمبی مانگتے ہیں کہ نماز کے وقت سے دگنا تگنا وقت لے لیتے ہیں حالانکہ نماز تو خود دعا ہے جس کو یہ نصیب نہیں ہے کہ نماز میں دعا کرے اس کی نماز ہی نہیں"۔ (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۵۹۱)

فرمایا:

"یاد رکھو اس نے ایمان کا حظ نہیں اٹھایا جس نے نماز میں لذت نہیں پائی۔ نماز صرف ٹکروں کا نام نہیں ہے۔ بعض لوگ نماز کو تو دو چار چونچیں لگا کر جیسے مرغی ٹھونگیں مارتی ہے ختم کرتے ہیں اور پھر لمبی چوڑی دعا شروع کر دیتے ہیں"۔ (ملفوظات جلد ا صفحہ ۴۰۲)

پھر فرمایا:

"قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی لذت ہے۔ نماز خواہ نخواہ کا ٹیکس نہیں ہے بلکہ عبودیت کو ربوبیت سے ایک ابدی تعلق اور کشش ہے۔ اس رشتہ کو قائم رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے نماز بنائی ہے"

عبودیت کو ربوبیت سے ایک ابدی تعلق ہے اور کشش ہے اس رشتے کو قائم رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے نماز بنائی ہے۔ یہ ایک بہت ہی گہرا عارفانہ کلام ہے۔ اس لئے اسے میں نے دوبارہ پڑھا ہے آپ کے سامنے۔ یہ نہیں فرمایا کہ نماز کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا تعلق قائم ہوتا ہے۔ یہ

نہیں فرمایا ہے کہ رب کا عبد کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لئے نماز قائم کی گئی ہے فرمایا رب کے ساتھ عبد کا ایک دائمی تعلق موجود ہے پہلے سے۔اس رشتے کو زندہ رکھنے کے لئے نماز قائم کی گئی ہے اگر آپ نماز چھوڑ دیں گے تو آپ کا وہ تعلق کٹ جائے گا جو ہونا چاہئے ، جو ہمیشہ سے ہے جو ایک فطری چیز ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رب سے عبد کو تعلق نہ ہو جس نے پیدا کیا اس کا ایک گہرا تعلق قائم ہو جاتا ہے جیسے ماں کا بچے سے تعلق قائم ہو جاتا ہے لیکن بعض ایسے محرکات ہیں، ایسے بعد میں پیدا ہونے والے واقعات ہیں جو بعض دفعہ ماں کا بچے سے تعلق کاٹ دیتے ہیں۔آپؑ نے فرمایا اسی طرح رب اور بندہ کا ایک دائمی تعلق ہے، وہ اپنی جگہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا لیکن اگر عبادت نہ کی جائے یا خدا ہمیں عبادت نہ سکھاتا تو اس تعلق میں رخنہ پڑ جاتا اور رفتہ رفتہ ہم اس تعلق سے غافل ہو جاتے۔“

”اس رشتہ کو قائم رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے نماز بنائی ہے اور اس میں ایک لذت رکھ دی ہے۔

یہ بھی ایک عجیب عارفانہ کلام ہے۔

”لذت رکھ دی ہے“

کا تو مطلب یہ ہے کہ جو نماز پڑھے گا اسے لذت آنی چاہئے یعنی لذت آپ نماز میں زبردستی پیدا نہیں کر سکتے یا خود کوشش کر کے لذت پیدا کرنے کا نام نماز نہیں ہے بلکہ نماز میں لذت ہے اور اگر آپ کو نہیں ملتی تو آپ میں کوئی رخنہ ہے آپ اپنی کمزوری کو دور کریں ، اپنے مذاق کو درست کریں ۔اگر ایک اچھے کھانے میں کسی کو لذت محسوس نہ ہو تو آپ یہ نہیں کہیں گے کہ اس کھانے کو دوبارہ پکاؤ اور اس میں لذت پیدا کرو۔آپ یہ کہیں گے کہ اس کھانے میں لذت ہے لیکن تم بیمار ہو،تم اپنا علاج کرو،تمہارا منہ کڑوا اور کسیلا ہو چکا ہے۔

تو یہ جو فقرہ ہے یہ بھی ایک انتہائی عارفانہ کلام ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فطرت میں ڈوبنے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم مقام کا پتہ چلتا ہے اور یہ کھڑکیاں ہیں جن کے ذریعہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں داخل ہو کر آپ کی اس روحانی زندگی کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں جس نے آپ کو وہ مقام عطا کیا ہے جو آج امام الزمان

کا مقام کہلاتا ہے۔کوئی جو واقف حال نہ ہو جو ان گلیوں سے گزرا نہ ہو، جن کو ان رستوں سے پوری واقفیت نہ ہو اس قسم کے فقرے لکھ ہی نہیں سکتا۔

فرماتے ہیں:

''ایک لذت رکھ دی ہے جس سے یہ تعلق قائم رہتا ہے۔جیسے لڑکے اور لڑکی کی جب شادی ہوتی ہے اگر ان کے ملاپ میں ایک لذت نہ ہو تو فساد ہوتا ہے۔ایسے ہی اگر نماز میں لذت نہ ہو تو وہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔دروازہ بند کر کے دعا کرنی چاہئے کہ وہ رشتہ قائم رہے''۔

عجیب کلام ہے فصاحت و بلاغت کا جس تعلق کی مثال دی ہے اس کے بعد پھر عبادت میں لذت ڈھونڈنے کے لئے کیسا پیارا کلام ہے۔

''دروازہ بند کر کے دعا کرنی چاہئے کہ وہ رشتہ قائم رہے اور لذت پیدا ہو۔ جو تعلق عبودیت کا ربوبیت سے ہے وہ بہت گہرا اور انوار سے پر ہے جس کی تفصیل نہیں ہو سکتی۔جب وہ نہیں ہے تب تک انسان بہائم ہے۔اگر دو چار دفعہ بھی لذت محسوس ہو جائے تو اس چاشنی کا حصہ مل گیا لیکن جسے دو چار دفعہ بھی نہ ملا وہ اندھا ہے وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ۔(بنی اسرائیل:۷۳)

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۵۹۲)

حیرت ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فرماتے ہیں کہ میرے کلام کو جو تین دفعہ نہیں پڑھتا اس میں تکبر پایا جاتا ہے تو اس کا یہ اصل مفہوم ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ تم ایک دفعہ سرسری نظر سے میرے کلام سے گزر جاؤ گے تم اس کے مطالب کو پالو گے۔تمہیں جدوجہد کرنی پڑے گی، محنت کرنی پڑے گی اور بار بار غور کے ساتھ پڑھنا پڑے گا تب تم اس کی کنہ کو پاؤ گے ورنہ کلام کے بہت سے معارف تمہاری نظر سے اوجھل رہ جائیں گے۔

یہاں ایک عجیب طرز بیان ہے جس نے کمزوروں کے لئے بھی ایک نجات کی راہ دکھا دی ہے۔ایک عارف باللہ جس کی ساری نمازیں درست ہو چکی ہوں، جو ہر نماز کے ہر حصے سے لذت پاتا ہو۔جب وہ ذکر کرتا ہے کہ نماز یہ ہے اور نماز وہ ہے اور بڑے لطف اٹھا اٹھا کر بیان کرتا ہے تو ایک

عام انسان کا تو دل دہل جاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں تو مارا گیا۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں اور بہت سے لوگ ہیں جو اس قسم کے خط بھی لکھتے ہیں مجھے کہ ہم نے تو خطبہ سنا ہے، ہم نے فلاں جگہ پڑھا ہے نماز یہ ہوتی ہے ہماری تو جان اس فکر سے نکل گئی ہے کہ ہماری تو پھر نماز ہی کوئی نہیں، اور اگر نماز میں وہ لذت نہیں آتی تو کیا ہم اندھے اٹھائیں جائیں گے؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى کی ایک ایسی لطیف تفسیر فرمادی کہ جس کے نتیجہ میں کمزوروں کے خطرے اور خدشے بھی دور ہو گئے۔ فرمایا اگر دو چار دفعہ بھی لذت محسوس ہو جائے تو اس چاشنی کا حصہ مل گیا‘‘۔ جو اندھا ہو اس کو تو ایک دفعہ بھی نظر نہیں آتا۔ فرمایا: تم ڈر نہ جانا کہیں اگر تمہاری نمازوں میں کمزوری ہے تو تم ان اندھوں میں نہیں ہو جن کے متعلق فرمایا ہے وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى کہ جو اس دنیا میں اندھے ہیں وہ آخرت میں بھی اندھے اٹھائے جائیں گے۔ اگر تم اندھے ہوتے تو تمہیں تو ایک دفعہ بھی نماز میں لذت محسوس نہ ہوتی۔ پس جن کو چند دفعہ بھی اس نماز کی لذت سے آشنائی حاصل ہوگئی وہ خدا کے حساب میں اندھے نہیں لکھے جائیں گے۔ وہ اہل بصیرت لوگوں میں شمار کئے جائیں گے، اہل بصارت لوگوں میں شمار کئے جائیں گے۔ پس جہاں ایک دفعہ شوق دلایا جہاں اعلیٰ نماز کے نمونے دکھا کے ان کے لئے طلب پیدا فرمائی وہاں کمزوروں کو کیسا سہارا بھی عطا کیا ہے۔ ایک چھوٹے سے پیرا کے اندر، چند سطروں کے اندر ایسے عظیم الشان مطالب بیان فرما دیئے ہیں جس سے نماز کے نتیجہ میں جو باریک در باریک تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں یا ہونی چاہئیں ان کا ایک انتہائی حسین نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

> ’’جب کبھی ایسی حالت ہو کہ انس اور ذوق جو نماز میں آتا تھا وہ جاتا رہا ہے۔ تو چاہئے کہ تھک نہ جاوے اور بے حوصلہ ہو کر ہمت نہ ہارے بلکہ بڑی مستعدی کے ساتھ اس گمشدہ متاع کو حاصل کرنے کی فکر کرے اور اس کا علاج ہے توبہ، استغفار، تضرع۔ بے ذوقی سے ترک نماز نہ کرے بلکہ نماز کی اور کثرت کرے‘‘۔

یہ بھی بعض مبتدی جوٹھوکر کھاتے ہیں ان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیسی پیاری اور واضح ہدایت دے دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں نماز میں لذت ہی نہیں آتی تو فائدہ کیا اور نماز چھوڑ دیتے ہیں یا نماز سے بے رغبتی اختیار کر جاتے ہیں فرمایا:

''ترک نماز نہ کرے بلکہ نماز کی اور کثرت کرے جیسے ایک نشے باز کو جب نشہ نہیں آتا تو وہ نشہ کو چھوڑ نہیں دیتا بلکہ جام پر جام پیتا جاتا ہے یہاں تک کہ آخر اس کو لذت اور سرور آجاتا ہے۔ پس جس کو نماز میں بے ذوقی پیدا ہو اس کو کثرت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے۔ (ملفوظات جلد۳ صفحہ ۳۱۰)

''اور نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو۔ بعض لوگ صرف ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ نمازیں معاف نہیں ہوتیں یہاں تک کہ پیغمبروں تک کو معاف نہیں ہوئیں''۔

پھر فرماتے ہیں:

''نماز کیا چیز ہے۔ نماز دراصل رب العزت سے دعا ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ اس پر اپنا فضل کرے گا اس وقت اسے حقیقی سرور اور راحت ملے گی، اس وقت سے اس کو نمازوں میں لذت اور ذوق آنے لگے گا۔ جس طرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے مزہ آتا ہے اسی طرح پھر گریہ اور بکار کی لذت آئے گی اور یہ حالت جو نماز کی ہے پیدا ہو جائے گی۔ اس سے پہلے جیسے کڑوی دوا کو کھاتا ہے تا کہ صحت حاصل ہو اسی طرح اس بے ذوقی نماز کو پڑھنا اور دعائیں مانگنا ضروری ہے'' (ملفوظات جلد۲ صفحہ ۶۱۵)

یعنی لذت کے نتیجہ میں نہیں تو شفاء کے حصول کی خاطر دوا سمجھ کے ہی نماز کے ساتھ چمٹا رہے اس کو ترک نہ کرے اس سے غافل نہ رہے۔ جس طرح بن پڑے ضرور نماز ادا کرے۔ فرمایا اس کے بعد لذت پیدا ہو جائے گی انشاء اللہ کیونکہ یہ حالت کسی بیماری کا پتہ دیتی ہے اور اس بیماری کی اصلاح کے لئے بھی دوا نماز ہی ہے۔

پھر فرمایا:

''اس بے ذوقی کی حالت میں یہ فرض کر کے کہ اس سے لذت اور ذوق پیدا ہو یہ دعا کرے کہ اے اللہ! تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں کیسا اندھا اور نابینا ہوں اور میں اس وقت بالکل مردہ حالت میں ہوں میں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئے گی تو میں تیری طرف آجاؤں گا اس وقت مجھے کوئی روک نہ سکے گا لیکن میرا دل اندھا اور ناشناسا ہے تو ایسا شعلہ نور اس پر نازل کر کہ تیرا انس اور شوق اس میں پیدا ہو جائے تو ایسا فضل کر کہ میں نابینا نہ اٹھوں اور اندھوں میں نہ جا ملوں۔''

اب یہاں بھی اس مضمون کو اسی آیت کریمہ سے باندھا ہے گویا جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ اس دنیا میں بھی اندھا رہے گا۔ اس کا اصل تعلق نماز سے ہے جسے اس دنیا میں نماز کی لذت حاصل نہیں ہوگی اسے اس دنیا میں بھی لذت حاصل نہیں ہوگی یعنی خدا کو دیکھ نہیں سکے گا کیونکہ نماز کی آنکھوں سے انسان خدا کو دیکھتا ہے اور وہاں رؤیت خداوندی یہاں کی مقبول نمازوں کے نتیجہ میں ہمیں حاصل ہوگی۔ فرمایا

''جب اس قسم کی دعا مانگے گا اور اس پر دوام اختیار کرے گا تو وہ دیکھے گا کہ ایک وقت اس پر ایسا آئے گا کہ اس بے ذوقی کی نماز میں ایک چیز آسمان سے اس پر گرے گی جو رقت پیدا کر دے گی''۔ (ملفوظات جلد۲ صفحہ ۶۱۶)

آخر پر ایک اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلق آخر سے متعلق پڑھ کر سناتا ہوں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم میں جو خلق آخر کے متعلق فرمایا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (المومنون: ۱۵) اس کا بھی حقیقی تعلق نماز ہی سے ہے۔ اور نماز ہی کے نتیجہ میں خلق آخر عطا ہوتی ہے۔ یہ مضمون جو قرآن کریم کی اس آیت میں بیان ہوا ہے ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو ایک ظاہری بدن تو عطا کر دیا، اس کو بظاہر انسان بنا دیا لیکن وہ بہائم سے ابھی جدا نہیں ہوا اور جب تک خدا تعالیٰ اسے اپنے فضل کے ساتھ ایک نئی زندگی نہ بخشے اسے بہائم سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ وہ انسان کہلانے کا مستحق تب ہوگا

جب آسمان کی طرف سے اس کی روح پر ایک شعلہ نور نازل ہوگا اور اسے ایک نئی زندگی عطا ہوگی۔ فرمایا فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ خدا کی تخلیق کا اصل حسن یہ ہے یعنی جانوروں سے انسان بنا دیا۔ انسانوں سے محمد مصطفی ﷺ پیدا کر دیئے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ اتنا حسین نظارہ ہے۔ ایسا عظیم الشان انقلاب ہے کہ بے ساختہ مومن کے دل سے آواز اٹھتی ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ بہت ہی بابرکت ہے وہ ذات، وہ خدا جو اتنی حسین تخلیق کرنے والا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اور مومن اپنے اندر محسوس کر لیتا ہے کہ ایک نئی روح اس کے اندر داخل ہوگئی ہے جو پہلے نہیں تھی اس روح کے ملنے سے ایک عجیب سکینت اور اطمینان مومن کو حاصل ہو جاتی ہے اور محبت ذاتیہ ایک فوارہ کی طرح جوش مارتی اور عبودیت کے پودا کی آبپاشی کرتی ہے۔ اور وہ آگ جو پہلے ایک معمولی گرمی کی حد تک تھی اس درجہ پر وہ تمام وکمال افروختہ ہو جاتی ہیں اور انسانی وجود کے تمام خس وخاشاک کو جلا کر الوہیت کا قبضہ اس پر کر دیتی ہے اور وہ آگ تمام اعضاء پر احاطہ کر لیتی ہے تب اس لوہے کی مانند جو نہایت درجہ آگ میں تپایا جائے یہاں تک کہ سرخ ہو جائے اور آگ کے رنگ پر ہو جائے اس مومن سے الوہیت کے آثار اور افعال ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ لوہا بھی اس درجہ پر آگ کے آثار اور افعال ظاہر کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ وہ مومن خدا ہو گیا ہے بلکہ محبت الٰہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو اپنے رنگ میں ظاہر وجود کو لے آتی ہے''۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد ۳ سورۃ النحل تا یٰسٓ صفحہ: ۳۷۳)

''محبت الٰہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو اپنے رنگ میں ظاہر وجود کو لے آتی ہے''۔ یہ خلاصہ ہے اہل اللہ کا۔ یعنی منہ سے دعوے ہزار کئے جائیں یا انسان دعوے نہ بھی کرے اور غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ میں باخدا انسان بن گیا ہوں اس کی پہچان کیا ہے؟ کس سے پتہ چلے کہ یہ غلط فہمی تھی کس سے پتہ چلے کہ حقیقت میں انسان باخدا بن گیا ہے۔ یہ وہ کسوٹی ہے جس پر یہ باتیں پرکھی جاسکتی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائی ہے۔ فرمایا:

''بلکہ محبت الٰہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو اپنے رنگ میں ظاہر وجود کو لے آتی ہے اور باطن میں عبودیت اور اس کا ضعف موجود ہوتا ہے''۔

(ایضاً)

یہ دوسرا حصہ جو اس جملے کا ہے یہ بھی انتہائی گہرا اور عارفانہ کلام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو پہچاننے کے لئے آپ کے روحانی کلام میں سے بعض دفعہ ایک ایک جملہ کافی ہو جاتا ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی صحیح فطرت انسان ان فقرات کی تہ تک پہنچ جائے اور پھر وہم و گمان بھی اس بات کا کر سکے کہ یہ فقرے کہنے والا یا لکھنے والا کوئی جھوٹا ہو سکتا ہے۔ یہ تو اندرون خانہ کے راز ہیں جو وہی بیان کر سکتا ہے جس کی اندرون خانہ تک رسائی ہو۔ فرماتے ہیں کہ وہ جو بظاہر تمہیں الٰہی رنگ پکڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ان کے اندر پھر بھی عبودیت کی خامیاں موجود رہتی ہیں۔ بشریت سے بالا وہ پھر بھی نہیں ہو سکتے۔ جیسے آگ کسی لوہے کو اپنی لپیٹ میں لے لے اور اس حد تک لے لے کہ لوہے سے آگ کی صفات ظاہر ہونے لگ جائیں مگر بنیادی خاصیتیں جو لوہے کی ہیں وہ اس شعلہ میں ڈھانپی تو جائیں گی لیکن حقیقت میں لوہے کی وہ بنیادی صفات قائم رہیں گی اور لوہا براہ راست آگ نہیں کہلا سکتا۔

''باطن میں عبودیت اور اس کا ضعف موجود ہوتا ہے۔ اس درجہ پر مومن کی روٹی خدا ہوتا ہے جس کے کھانے پر اس کی زندگی موقوف ہے اور مومن کا پانی بھی خدا ہوتا ہے جس کے پینے سے وہ موت سے بچ جاتا ہے اور اس کی ٹھنڈی ہوا بھی خدا ہوتا ہے جس سے اس کے دل کو راحت پہنچتی ہے۔''

(ایضاً صفحہ: ۳۷۳)

اب یہ فقرے بھی ایسے عظیم الشان ہیں کہ جن پر غور کرنے سے مسیح ثانی یعنی محمد مصطفی ﷺ کے مسیح کی مسیح اوّل پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ پہلے مسیح نے کچھ فقرے ایسے کہے جس کے نتیجہ میں آپ کے حواریوں نے یہ سمجھا کہ ہم روٹی جو توڑتے ہیں وہ مسیح کا بدن کھاتے ہیں، مسیح کا گوشت کھاتے ہیں اور جو شراب پیتے ہیں وہ مسیح کا خون پیتے ہیں اور سوائے اس ظاہری رسم کے ان کو کچھ بھی حاصل نہ ہوا اور کبھی انہوں نے غور نہیں کیا کہ مسیح کا بدن کھانے سے کیا مراد ہے اور مسیح کا خون پینے

سے کیا مراد ہے۔ یہ تو ایک بڑا مکروہ نظارہ نظر آتا ہے کہ اپنے آقا کا بدن کھائے کوئی اور اپنے آقا کا خون پیئے یہ نظارہ طبیعت میں ایسی کراہت پیدا کرتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے نہ انہوں نے سمجھا وہ فقرہ اصل میں کیا تھا جس کے یہ معنی لئے گئے اور ساری قوم اب تک اصل حقیقت کو نہ پہچان سکی نہ اس کے تصور میں کبھی آئی کہ اس کے معنی ہیں کیا۔

مسیح ثانی نے بھی جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کے مسیح ہیں اسی قسم کی فقرے بولے ہیں مگر اپنے متعلق نہیں خدا تعالیٰ کے متعلق اور یہ ثابت فرمادیا کہ پہلے مسیح کی مراد کیا تھی، ہم پر یہ کھول دیا فرمایا:

> ”اس درجہ پر مومن کی روٹی خدا ہوتا ہے جس کے کھانے پر اس کی زندگی موقوف ہے اور مومن کا پانی بھی خدا ہوتا ہے جس کے پینے سے وہ موت سے بچ جاتا ہے“۔

یعنی خدا تعالیٰ مومن کی زندگی کا ذریعہ ہے، اس کی قوت کا ذریعہ ہے، اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ گویا اگر تم زندگی چاہتے ہو تو اس طرح کا تعلق خدا سے قائم کرو کہ گویا وہ تمہارے بدن میں داخل ہو گیا، تمہاری رگ و پے میں شامل ہو گیا، تمہارے خون میں سرایت کر گیا اور تمہاری رگوں میں دوڑنے لگا۔ یہ مضمون تھا جو حضرت مسیح بیان فرمانا چاہتے تھے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ پاکیزہ بنو تو مجھ سے ایسی محبت کرو کہ گویا میں تمہارے وجود میں شامل ہو گیا ہوں لیکن وہ فقرہ اس قسم کے اشارے اپنے اندر رکھتا تھا کہ جو نسبتاً کم ذہن لوگوں کی سمجھ سے بالا تھے اور مجبوراً وہ لوگ ٹھوکر کھا گئے اور لاعلمی کی سزا اب تک پا رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو اپنی ذات کی بجائے خدا کی طرف منسوب کر کے اور خون کی جگہ پانی کا لفظ استعمال کر کے اس مضمون کو خوب کھول دیا ہے اور پھر ساتھ یہ بھی فرمایا:

> ”اور اس کی ٹھنڈی ہوا بھی خدا ہی ہوتا ہے جس سے اس کے دل کو راحت پہنچتی ہے۔ اور اس مقام پر استعارہ کے رنگ میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ خدا اس مرتبہ کے مومن کے اندر داخل ہوتا اور اس کے رگ و ریشہ میں سرایت

کرتا اور اس کے دل کو اپنا تخت گاہ بنالیتا ہے۔تب وہ اپنی روح سے نہیں بلکہ خدا کی روح سے دیکھتا اور خدا کی روح سے سنتا اور خدا کی روح سے بولتا اور خدا کی روح سے چلتا اور خدا کی روح سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ اس مرتبہ پر نیستی اور استہلاک کے مقام میں ہوتا ہے اور خدا کی روح اس پر اپنی محبت ذاتیہ کے ساتھ تجلی فرما کر حیات ثانی اس کو بخشتی ہے۔پس اس وقت روحانی طور پر اس پر یہ آیت صادق آتی ہے۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد ۳ سورۃ النحل تا یٰسٓ صفحہ:۳۷۳)

خدا کرے خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو بھی ہم میں سے ہر فرد کو، مردوں کو بھی، عورتوں کو بھی، بڑوں کو بھی اور بچوں کو بھی وہ خلق آخر عطا کرے کہ جس کے نتیجہ میں ہم خدا کی روح سے سننا سیکھیں خدا کی روح سے بولنا سیکھیں، خدا کی روح ہمارے رگ و پے میں سرایت کر جائے خدا کی روح سے اٹھیں اور خدا کی روح کے ساتھ سوئیں اور خدا کی روح کے ساتھ چلیں تاکہ غیر کی مجال نہ ہو کہ ان پر حملہ کرے جن پر حملہ کرنا گویا خدا پر حملہ کرنا ہو۔